نظریہ ارتقاء قسط ۱
مولانا شہاب الدین ندوی

نظریۂ ارتقاء اور ما قبل آدم مخلوق

چند اسلامی عقائد اور جدید انکشافات کا جائزہ

تورات کی غلط بیانی بائبل کے موجودہ عہد نامۂ قدیم کے مطابق ظہور آدم اب سے کوئی چھ ہزار سال پہلے ہوا ہے۔[1] ڈاکٹر موریس بوکائی کی تحقیق کے مطابق تورات کی رو سے چار ہزار سال قبل مسیح حضرت آدم کی تخلیق عمل میں آئی تھی جس کو انہوں نے حقیقت واقعہ سے بہت دور قرار دیا ہے۔ واضح رہے کہ خود مسلمان مؤرخین نے بھی یہودیوں کے ان ادعائی بیانات پر تنقید کی ہے چنانچہ علامہ ابن اثیر نے اپنی تاریخ میں یہودیوں کے اس بیان کو ان کا محض ایک دعوی قرار دیا ہے کہ تخلیق آدم سے ہجرت تک ۴۶۴۲ سال ہوتے ہیں جبکہ اس کے برعکس یونانی نصاریٰ کا دعویٰ ۵۹۹۲ سال ہے۔[2] اس سلسلے میں علامہ ابن کثیر نے بڑے پتے کی بات لکھی ہے کہ تورات میں تاریخ اور سنین کے بارے میں جو غلطیاں واقع ہوئی ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ شاید بعد والوں نے بطور تفسیر داخل کردی ہوں گی جو اصل سے زائد ہیں۔[3]

جدید اثری انکشافات اس طرح مسلمان مؤرخین کے نزدیک بائبل کے ان بیانات کی حیثیت پہلے ہی سے مشکوک رہی ہے۔ مگر جدید اثری تحقیقات (ARCHAEOLOGICAL DIS-COVERIES). علم الانسان (ANTHROPOLOGY) اور علم أحضوریات: — PALEONTOLOGY منظر عام پر آنیوالے نئے نئے انکشافات کی بنا پر اس قسم کے واقعات کی تاریخی حیثیت کو جھٹلایا اور چیلنج کیا جا رہا ہے کہ انسان کا وجود روئے زمین پر صرف چند ہزار سال سے نہیں بلکہ لاکھوں سالوں سے ہے نیز یہ کہ انسان بائبل یا قرآن کے مطابق کسی تخلیق خصوصی کی بنا پر یکبارگی یا ناگہاں طور پر نہیں بلکہ لاکھوں سالوں کے تدریجی ارتقا

---

[1] THE BIBLE, THE QURAN AND SCIENCE P.31 (KARACHI)

[2] الکامل فی التاریخ ۱۲/۱ دار صادر بیروت، ۱۴۰۲ھ۔

[3] البدایہ والنہایہ، ۹۶/۱، مکتبہ المعارف بیروت، ۱۴۰۴ھ

کے تحت ظاہر ہوا ہے اور اسکے ثبوت میں زمین سے برآمد ہونیوالے بعض ناقص ڈھانچے اور احفوری آثار (FOSSILS) وغیرہ پیش کئے جاتے ہیں جو انسانی شکل وصورت سے کچھ مشابہت رکھتے ہیں اور ان کو احفوری انسان (FOSSIL MAN) بھی کہا جاتا ہے اور اس قسم کے آثار و باقیات کو بنیاد بنا کر کہا جاتا ہے کہ انسان کسی خالق (CREATOR) کی کرشمہ سازیوں کی بنا پر یکبارگی پردہ خفا سے ظاہر نہیں ہوگیا۔ بلکہ اپنی صورت اعلیٰ لبوزنہ (لمبے ہاتھ والا بے دم کا بندر، جس کو انگریزی میں APE کہا جاتا ہے، مثلاً چمپنزی اور گوریلا وغیرہ) سے ارتقائی طور پر بتدریج ترقی کرتے کرتے موجودہ شکل میں نمودار ہوا ہے۔

اس طرح یہ دونوں بیانات اور دعوے افراط و تفریط کا شکار ہیں۔ اسلامی نقطہ نظر سے اگرچہ دور آدم متعین تو نہیں ہے، یعنی قرآن اور حدیث میں کہیں بھی دور آدم کا تعین نہیں کیا گیا ہے۔ مگر وہ لاکھوں سال تک پھیلا ہوا بھی نہیں ہو سکتا۔ تورات کا بیان اگرچہ کچھ غلط سہی مگر پھر بھی اس کو بہت زیادہ انحراف نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ "علم الانسان" کی رو سے "جدید انسان" (MODERN MAN) کا دور اب سے کوئی دس ہزار سال پہلے شروع ہوتا ہے۔ اور جیسا کہ ثابت کیا جائیگا۔ "جدید انسان کے اولین نمائندہ پر "آدم" کا اطلاق بخوبی ہو سکتا ہے۔ جب کہ اس کے برعکس "احفوری انسان" پر اس کا اطلاق مشکوک اور غیر یقینی ہے۔

ایک وضاحت اس مسئلے پر قرآنی نقطہ نظر سے بحث شروع کرنے سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ احفوری انسان (FOSSIL MAN) سے متعلق جدید ترین اثری تحقیقات کا ایک خلاصہ بطور تمہید پیش کر دیا جائے جس کی تفصیل مع حوالوں کے آگے آرہی ہے۔ تاکہ ان مسائل اور ان کی نوعیت کو سمجھنے میں آسانی رہے۔ اور یہ مباحث زیادہ تر انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا (۱۹۸۳ء) سے ماخوذ ہیں۔ مگر آگے بڑھنے سے پہلے ایک بات کی وضاحت کر دینا بہت ضروری ہے کہ علم الانسان (ANTHROPOLOGY) آج ایک وسیع علم بن چکا ہے اور اس علم کی اپنی وضع کردہ اصطلاحات ہیں جنکا تذکرہ کرکے بحث کرنی پڑتی ہے۔ لہٰذا ان اصطلاحات کو نقل کرنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ اپنے اعتقاد یا حقیقت واقعہ کے بھی عین مطابق ہے۔ بلکہ بدرجہ مجبوری ایسا کرنا پڑتا ہے۔ مثلاً احفوری انسان یا "جاوا کا تحتی انسان" (THE APE MAN OF JAVA) وغیرہ کو اسلامی

نقطۂ نظر سے " انسان " یا " آدمی " کہنا قطعاً درست نہیں ہے۔ کیونکہ انسان یا آدمی نام ہے اس فرد خاندان کا جس کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے چلا تھا مگر مجھے جہاں کہیں بھی موقع ملا اس کے لئے میں نے اپنی طرف سے ایک نئی اصطلاح " ماقبل آدم مخلوق " کو پیش کرنے کی کوشش کی ہے تاکہ اسلامی نقطۂ نظر سے وہ قابل قبول ہو سکے۔ مگر جہاں کہیں جدید اصطلاحات آہی گئی ہیں تو وہ بطور مجبوری ہیں۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اس وضاحت کے بعد کوئی غلط فہمی نہ ہونی چاہیئے۔

ارتقاء پسندوں کے دعوے

طبقات الارض (GEOLOGY) کی تحقیقات کے سلسلے میں برآمد ہونے والے بعض آثار و باقیات (REMAINS) کی بنیاد پر ماہرین آثار قدیمہ (PALEONTOLOGISTS) یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ موجودہ انسان کا مورثِ اعلیٰ بوزنہ (APE) یعنی چمپنزی اور گوریلا وغیرہ تھا۔ چنانچہ ان چار پیروں والے بندروں میں لاکھوں سال تک بتدریج ارتقاء ہوتا رہا۔ حتیٰ کہ دو پیروں پر چلنے والی ایک نوع (SPECIES) برآمد ہوئی جو صورت شکل کے اعتبار سے اسی " بوزنہ خاندان " سے تعلق رکھنے والی تھی۔ مگر وہ انسان کی طرح دو پیروں پر چل سکتی تھی۔ مگر قدرے جھک کر۔ اس نوع کو راما پیتھی کس (RAMAPITHECUS) کا نام دیا گیا ہے۔ اور پھر اس کے بعد اس کی کچھ مزید " ترقی یافتہ " نوع کو آسٹرالو پیتھی کس (AUSTRALOPITECUS) کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ اسی طرح پھر کئی سال کے بعد اس ارتقاء میں مزید سدھار ہوا اور سیدھا چلنے والی ایک اور نوع کا ظہور عمل میں آیا جس کو " تحت الانسان " یا (HOMO ERECTUS.) سیدھا چلنے والا انسان) کہا جاتا ہے۔ مگر بتایا جاتا ہے کہ اس میں بھی کسی قدر کبڑا پن ضرور تھا۔ نیز اس کے بارے میں یہ بھی قیاس ہے کہ وہ غالباً گونگا تھا۔ لیکن اس نوع کا دماغ اپنی سابقہ انواع سے بڑا تھا اور وہ پتھر کے اوزار کا استعمال جانتا تھا۔ بتایا جاتا ہے کہ " جاوا کا تحتی انسان " (THE APE MAN OF JAVA) اور " ہائیڈل برگ انسان " (HEIDELBERG MAN.) وغیرہ کا تعلق اسی نوع سے تھا۔ یہ دو مشہور " احفوری انسانوں " کی قسمیں ہیں۔ جو بالترتیب جاوا اور جرمنی میں دریافت ہوئیں۔ غرض اسی طرح پھر مزید لاکھوں سال کے ارتقاء کے بعد موجودہ انسان سے یک گونہ قریبی تعلق رکھنے والی ایک اور نئی نوع کا ظہور ہوا جس کو ہوموسیپی ینس (HOMO SAPIENS)

(ذہین انسان) کا نام دیا گیا ہے۔ یہ دماغ میں اپنی سابقہ انواع سے بڑا تھا اور شکار کھیلنے نیز مختلف اوزار بنانا جانتا تھا۔ اس نوع کی دو معدوم شدہ قسمیں: "نینڈرتھل انسان" (NEANDERTHAL MAN.) اور "کرومیگنن انسان" (CROMAGNON MAN.) بہت مشہور ہیں۔ قسم اول کا ڈھانچہ مغربی جرمنی کے ایک مقام نینڈرتھل میں اور قسم دوم کا ڈھانچہ فرانس کے ایک غار کرومیگنن میں پہلی مرتبہ ملا تھا۔ اسی بنا پر ان کو بھی نام دیدیا گیا ہے۔

مذہب کے لئے ایک نیا چیلنج

اسی طرح زمین کی کھدائی سے یورپ، ایشیا اور افریقہ کے مختلف قسم کے احفوری نمونے (FOSSILS.) جو زیادہ تر دانتوں، جبڑے کی ہڈیوں اور کھوپڑی کے ٹکڑوں کی شکل میں ہونے کی وجہ سے "نامکمل ڈھانچے" کہلاتے ہیں۔ دن بدن اور مسلسل بر آمد ہو رہے ہیں۔ چنانچہ ان مختلف آثار اور نمونوں کی شکل و صورت کا تعین ان اجزاء کے ذریعہ کیا جا رہا ہے اور ان کی عمروں اور ان کے ادوار کا پتہ مختلف طریقوں سے چلایا جا رہا ہے۔ پھر انہیں مختلف انواع (SPECIES.) میں بانٹ کر ارتقاء (EVOLUTION.) کی کڑیاں دریافت کی جا رہی ہے۔ ان دریافت شدہ آثار اور جنائی ڈھانچوں کی رو سے چونکہ ان میں سے بعض نمونے موجودہ انسان سے ملتے جلتے ہیں اس بنا پر قیاس کیا جا رہا ہے کہ انسان کا وجود روئے زمین پر چونکہ لاکھوں سال سے ہے لہذا ظہور آدم کی مدت کو چند ہزار سال پہلے قرار دینا کسی بھی طرح صحیح نہیں ہو سکتا۔ اور پھر مادہ پرست اس سے ایک اور نتیجہ یہ بھی نکالتے ہیں چونکہ نوع انسانی کے ظہور کے تعلق سے "مذہب" کا یہ بیان قطعاً غلط ہے اس لئے مذہب کی اصل بھی غلط ہے یعنی مذہب بجائے خود صحیح اور واقعی نظریات کی بنیادوں پر قائم نہیں بلکہ محض چند اوہام و خرافات یا بعض خود غرض انسانوں کے گھڑے ہوئے نظریات کا مجموعہ ہے۔ لہذا مذہب کی کوئی حقیقت نہیں ہو سکتی۔

یہ ہے موجودہ دور کا وہ اہم ترین مسئلہ جس نے نہ صرف عیسائی اہل علم کو بوکھلا دیا ہے بلکہ بعض مسلم علماء اور دانشوروں کو بھی شک و شبہ میں مبتلا کر دیا ہے۔ چنانچہ اب آدم کی متعین شخصیت اور اس کی فضیلت کے بارے میں بعض مذہبی حلقے عام طور پر ارتیابیت اور بے یقینی کا شکار ہو چکے ہیں۔ عیسائی دنیا میں تو اس نئی صورتحال کے مقابلے کے لئے

کوئی دم خم ہی باقی نہیں رہ گیا ہے۔ کیونکہ بائیبل اپنے ناکافی بیانات کے باعث نئے مسائل اور گرہوں کو کھولنے کی راہ میں کوئی بھی تشفی بخش مواد یا رہنمائی پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ تورات اور انجیل محض عارضی اور موقت صحیفے تھے جو محض اپنے ادوار کی رہنمائی کے لئے نازل ہوئے تھے۔

جدید چیلنج کا جواب قرآن میں اب اس کے برعکس قرآن مجید ہی واحد اور سدابہار صحیفۂ ربانی ہے جو ہر دور کے پیدا شدہ مسائل کا جواب دے سکتا ہے اور ہر دور میں پیدا ہونیوالے پیچیدہ مسائل اور معمول کو کھول سکتا ہے۔ اسی وجہ سے قرآن حکیم کو تمام کتب سماویہ کا "مہیمن" یعنی نگران و محافظ قرار دیا گیا ہے۔ وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ :- ہم نے تجھ پر وہ کتاب اتاری ہے جو اگلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی اور ان پر نگران ہے۔ لہٰذا تو اللہ کے نازل کردہ (حکم) کے مطابق ان کے درمیان فیصلہ کر۔ (مائدہ : ۴۸)

نیز اس کتاب حکمت کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ پوری نوع انسانی کے لئے ہدایت اور علمی دلائل سے بھرپور کتاب ہے جو انسان کی سبق آوری کے لئے مختلف اسالیب میں بیان کئے گئے ہیں :- هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ "یہ لوگوں کے لئے نامۂ ہدایت اور (حق و باطل میں) فرق و امتیاز کے دلائل سے پُر ہے"۔ (بقرہ : ۱۸۵)۔

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِيَذَّكَّرُوْا اور ہم نے اس قرآن میں (مختلف مضامین) پھیر پھیر کر بیان کئے ہیں تاکہ وہ چونک سکیں (اسراء : ۴۱)۔

اسی بنا پر ارشاد ہے کہ یہ حیرت انگیز صحیفہ ایک دانشمند اور ہمہ دان ہستی کی طرف سے نازل کیا گیا ہے وَاِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ عَلِيْمٍ اور تم اس قرآن کو یقیناً ایک حکمت والی اور ہمہ دان ہستی سے حاصل کر رہے ہو۔ (نمل : ۶)

قرآن مجید کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ نوع انسانی کے درمیان برپا ہونے والے اختلافات کے درمیان کلام فیصل بنے۔ جیسا کہ اس کے بارے میں ارشاد ربانی ہے۔

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ ۭ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَاۗىِٕنِيْنَ خَصِيْمًا ○ یقیناً ہم نے تیرے پاس یہ کتاب سچائی کے ساتھ بھیجی ہے تاکہ تو (اس کی روشنی میں) اللہ کی فہمائش کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلہ کر سکے۔ اور تو (علمی خیانت کرنیوالوں کا وکیل

مت بین (نساء: ۱۰۵)
وَمَا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيهِ ۙ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ : " اور ہم نے تجھ پر یہ کتاب اسی لئے اتاری ہے کہ تو ان لوگوں کے سامنے وہ بات کھول کر بیان کردے جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں۔ اور اس طرح وہ اہل ایمان کے لئے ہدایت و رحمت بن سکے (نحل: ۶۴)۔

اس اعتبار سے قرآن حکیم ایک زندہ اور ابدی کتاب ہے، جس میں قیامت تک پیش آنیوالے تمام مسائل کا احاطہ کیا گیا ہے اور قرآنی علم رکھنے والے علماء اور اہل بصیرت اس کے معانی و مطالب کی گہرائیوں میں غوطہ زنی کرکے جدید مسائل کا حل نکال سکتے ہیں جس کے ذریعہ عالم انسانی کی رہنمائی ہو۔ اس طرح قرآن کریم کے معجزہ ہونے کی حقیقت اور اس کے اعجاز کے نئے نئے پہلو بھی ظاہر ہوتے رہیں گے۔

لہذا اگر قرآن زیر بحث مسئلے کو تشفی بخش طور پر حل کردے تو پھر اس کی صداقت وسچائی اور اس کی ابدیت و عالمگیری میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا۔ ظاہر ہے کہ بغیر خدائی رہنمائی کے ہزاروں سال پہلے ایسی کوئی کتاب پیش کردینا ناممکن ہے۔ جو مستقبل کے تعلق سے ہر دور کے مسائل کا صحیح حل پیش کردے۔ اس لحاظ سے قرآن کریم یقیناً کتاب الٰہی ہے جس کا مزید انکار اب بہت بڑی محرومی اور بدنصیبی کی بات ہوگی۔ بہرحال آیئے اب دیکھیں قرآن اس مسئلے کو کس نظر سے دیکھتا ہے اور اس کا کیا حل پیش کرتا ہے۔؟

نظریۂ ارتقاء کی عالمگیری واقعہ یہ ہے کہ آج نظریہ ارتقاء اور اس سے متعلق مسائل نے ایک عالمگیر شکل اختیار کر لی ہے اور یہ مسائل اس وقت پوری نوع انسانی کے ذہنوں پر چھائے ہوئے ہیں۔ ہر طرف سوال و جواب کا ذہن گرم ہے۔ دعووں اور جوابی دعووں کی بھرمار ہے۔ نزاعی بحثوں کا ایک انبار عظیم وجود میں آچکا ہے۔ نصابی کتابیں ان مسائل سے بھری ہوئی ہیں جو نئی نسلوں کے ذہنوں پر اثر انداز ہو رہی ہیں اور اس نظریہ کی چھاپ اس وقت دنیا کے ہر علم و فن پر نمایاں نظر آرہی ہے۔ لہذا یہ کوئی معمولی مسئلہ نہیں ہے۔ بلکہ اس مسئلے نے علمی حلقوں کے سامنے ایک بہت بڑا سوالیہ نشان کھڑا کر دیا ہے۔ اور اس اعتبار سے پوری نوع انسانی اس وقت حیران و سرگرداں ایک دوراہے پر کھڑی نظر آرہی ہے۔ لہذا اس مسئلے میں مذہب کی طرف سے صحیح رہنمائی نہ ملنے کی صورت میں الحاد ولادینیت کو مزید تقویت ملے گی۔

اور دین و مذہب کو ہمیشہ کے لئے ناکام قرار دیا جائے گا۔

اسلام کی رہنمائی

لہٰذا ضروری ہے کہ اسلام جیسے سچے اور ابدی دین کی طرف سے اس سلسلے میں واضح اور تسلی بخش جواب دیا جائے جو اس کی جامعیت و کاملیت کا ثبوت ہو۔ اسی جذبے کے تحت یہ سطور تحریر کی جارہی ہیں۔ چنانچہ قرآن حکیم کے سلسلے میں سب سے پہلی بات یہ ہے وہ کسی حقیقت واقعہ سے انکار یا اس سے آنکھیں بند کر لینے کی تعلیم نہیں دیتا، بلکہ حقائق سے مقابلہ کرنے کی یا حقیقت پسندی سے کام لینے کی دعوت دیتا ہے' جو دیگر تمام مذاہب کے مقابلے میں ایک نرالی دعوت دیتا ہے بلکہ وہ تو علمی تحقیق پر نہ صرف ابھارتا ہے بلکہ مختلف طریقوں سے اس کی ہمت افزائی بھی کرتا ہے تاکہ نوع انسانی دنیا بھر کی چیزوں کا جائزہ لے کر حقائق کا کھوج لگائے اور پھر مذہب کے بنیادی تصورات و تعلیمات سے ان کا مقابلہ کر کے سچائی معلوم کرے۔ خود زیر بحث مسئلے کو لیجئے کہ حیات کا آغاز کیسے ہوا اور انسان کی تخلیق کس طرح عمل میں آئی؟ اس باب میں دیکھئے کہ وہ کتنے زوردار طریقے سے بنی نوع انسان کو دعوت فکر اور دعوت تحقیق دیتا ہے

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ: کہہ دو کہ زمین میں چل پھر کر دیکھو تو سہی کہ تخلیق کا آغاز کس طرح ہوا؟ (عنکبوت: ۲۰)

نیز وہ مزید کہتا ہے کہ انسانوں کی خلقت اور مختلف انواع (SPECIES.) اور خاص کر حیوانات کے زمین میں انتشار اور پھیلاؤ میں یقین کرنے والوں کے لئے خلاق فطرت کی جانب سے علمی دلائل ودیعت کر دیئے گئے ہیں۔

وَفِيْ خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ: تمہاری خلقت اور حیوانات کے پھیلاؤ میں یقین کرنیوالوں کے لئے نشانیاں موجود ہیں۔ (جاثیہ: ۴)

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ: اور اس کے وجود کی نشانیوں میں سے ہے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا اور ان دونوں میں (مختلف) جانداروں کو پھیلا دینا۔ (شوریٰ: ۲۹)۔

نیز اسی طرح وہ کہتا ہے کہ انسان کی عبرت و بصیرت کے لئے حیوانات و نباتات وغیرہ ہر چیز میں جوڑے جوڑے بنائے گئے ہیں تاکہ وہ خالق کائنات کی خلاقیت کا مشاہدہ کر سکے۔

وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ: اور ہم نے ہر چیز میں نر و مادہ

بنائے ہیں تاکہ تم چونک سکو۔ (ذاریات: ۴۹)۔

اس قسم کی بے شمار آیتیں موجود ہیں جن کے ذریعہ انسان کو مختلف علمی و سائنسی میدانوں میں تجربہ و مشاہدہ کرکے ابدی صداقتوں کا پتہ لگانے کی دعوت دی گئی ہے اس لحاظ سے علمی و سائنسی تحقیقات و اکتشافات قرآنی منشا و مقصد ہی کے عین مطابق ہیں اور اس اعتبار سے جدید سے جدید تحقیقات و اکتشافات قرآن کی ابدی تعلیمات کو متاثر نہیں کرسکتے۔ ورنہ وہ اس کی دعوت ہرگز نہ دیتا چونکہ قرآن اور کائنات دونوں کا سرچشمہ ایک ہی ہے لہذا ان دونوں میں تعارض و تضاد کبھی نہیں ہوسکتا۔

قرآن حکیم نے یہ طریقہ علمی اعتبار سے نوع انسانی پر حجت قائم کرنے کی غرض سے اختیار کیا ہے کیونکہ خلاق فطرت نے اس عالم رنگ و بو کے مظاہر کی تخلیق کچھ اس ڈھنگ سے کی ہے کہ ان میں غور و فکر کے باعث اس کے کلام ابدی کی صداقت نمایاں ہوجائے اسی لئے ارشاد ہے:

خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۔ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو (اور اسی طرح ان میں موجود اشیاء کو) حقانیت کے ساتھ پیدا کیا ہے یقیناً اس باب میں اہل ایمان کے لئے ایک بڑی نشانی موجود ہے (عنکبوت: ۴۴)

اس اعتبار سے کتاب الہٰی کے نصوص اور اس کے اشارات کی روشنی میں تحقیقات جدیدہ کی بہتر سے بہتر توجیہ کی جاسکتی ہے اور اس طرح خود کتاب اللہ کی عظمت بھی ظاہر ہوگی کہ اس میں دنیا بھر کے تمام علمی حقائق کو سمیٹ لینے کی استعداد پوری طرح رکھ دی گئی ہے۔ مگر اس سلسلے میں دو شرطیں ہیں۔ پہلی یہ کہ علمی و تحقیقی اعتبار سے یا دوسرے لفظوں میں تجربہ و مشاہدے کی رُد سے ثابت شدہ حقائق ہوں، نہ کہ محض قیاسات و مفروضات اور دوسری شرط یہ کہ قرآنی بیانات میں تاویل نہ کی جائے۔ بلکہ اس کے نصوص (جن کو اصول فقہ کی زبان میں عبارت النص اشارت النص، دلالت النص اور اقتضاء النص کہا جاتا ہے) کے ذریعہ ثابت شدہ مفہوم سے استدلال کیا جائے۔ بالفاظ دیگر قرآنی منصوصات (اس کے واضح بیانات) کو توڑ مروڑ کر پیش نہ کیا جائے۔ بلکہ لغت، نحو اور اصول تفسیر کی رو سے جو صحیح مفہوم ثابت ہو رہا ہو اس سے استدلال کیا جائے اور یہ خیال ذہن سے بالکل نکال دیا جائے کہ قرآن حکیم کبھی اور کسی بھی حالت میں علم و تحقیق کی رو سے ثابت شدہ حقائق سے ٹکرا سکتا ہے۔ حاشا و کلا۔ کیونکہ یہ رب العلمین کا کلام ہے جو ماضی اور مستقبل کے تمام احوال و کوائف اور حقائق و معارف کا یکساں علم رکھتا ہے۔

لہذا اس کی دی ہوئی خبر اور اس کا بیان کیا ہوا کوئی واقعہ کبھی غلط نہیں ہو سکتا۔ اور اس لحاظ سے صحیح اور ثابت شدہ اصولوں کے مطابق اُس کے مفہوم کو زمانۂ مستقبل کبھی چیلنج نہیں کر سکتا۔

اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ : حق بات تیرے رب کی جانب سے ہے۔ لہذا تو کبھی شک کرنے والا نہ بن۔ (بقرہ : ۱۴۷)

ما قبل آدم مخلوق اب آئیے اصل موضوع کی طرف۔ تو اس سلسلے میں عرض ہے کہ بعض قرآنی اشارات اور اسلامی روایات کی رُو سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے بھی زمین پر کوئی دانا یا باشعور مخلوق ضرور آباد تھی جس کو "جن" کہا گیا ہے۔ اور اس سلسلے میں قرآن حکیم سے دو بنیادی اشارے اور دلائل مہیا ہوتے ہیں چنانچہ پہلی دلیل یہ ہے کہ تخلیق آدم کے موقع پر جب اللہ تعالیٰ اور فرشتوں میں مکالمہ ہوا تو اس وقت فرشتوں نے زمین پر آباد سابقہ مخلوق پر قیاس کرتے ہوئے بارگاہِ الٰہی میں ایک شبہ پیش کیا کہ ہو سکتا ہے کہ یہ نئی مخلوق بھی زمین میں فساد اور خونریزی کرے۔

قَالُوْا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ : انہوں نے کہا کہ کیا تو زمین میں ایسی مخلوق کو خلیفہ بنائے گا جو اس میں فساد برپا کرے اور خون بہائے؟ (بقرہ : ۳۰)

جن ایک مادی مخلوق اس سے بصراحت معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم سے پہلے بھی زمین میں کوئی مخلوق ضرور آباد تھی جو خونریزی برپا کرتی تھی (جس کو روایات میں جن کہا گیا ہے) اب دیکھئے اس قرآنی بیان کی روشنی میں کتنے حقائق ثابت ہوتے ہیں :۔

۱۔ دورِ آدم سے پہلے زمین میں کس قسم کی مخلوق کا وجود تھا۔

۲۔ اس مخلوق میں شر پسند افراد بھی موجود تھے جو خونریزی کرتے تھے۔

۳۔ وہ گوشت پوست رکھنے والی یا دوسرے لفظوں میں مادی مخلوق تھی جس کی رگوں میں خون دوڑتا تھا۔ ظاہر ہے کہ بغیر گوشت پوست کے خون کا وجود نہیں ہو سکتا۔

۴۔ وہ مخلوق ہتھیار چلانا جانتی تھی، جو خونریزی کا لازمہ ہے۔

۵۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کی انگلیوں کی بناوٹ انسان جیسی رہی ہوگی۔ ورنہ ہتھیار چلانا ممکن نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ موجودہ انواع (SPECIES) میں سوائے انسان کے اور کوئی بھی نوع ہتھیار نہیں چلا سکتی۔

۶۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ خود ہتھیار بنانا بھی جانتی تھی۔ کیونکہ ہتھیار چلانے کے لئے

ہتھیار بنانا بھی ضروری ہے۔

۷۔ ہتھیار بنانے کے لئے چونکہ ذہانت کی ضرورت ہے۔ اس لئے ثابت ہوتا ہے کہ وہ کوئی ذہین مخلوق تھی۔

۸۔ نیز اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ وہ شرعی اعتبار سے مکلف بھی رہی ہوگی۔ جیسا کہ اس موقع پر لفظ "فساد" دلالت کر رہا ہے۔ اس کا مقابل لفظ "صلاح" ہے۔ اور یہ الفاظ (صلاح و فساد) شرعی اعتبار سے مکلف مخلوق کے حق میں ہی استعمال کئے جاسکتے ہیں۔

۹۔ اس کے مکلف ہونے کا تقاضا ہے کہ وہ نطق و گویائی سے بھی متصف رہی ہوگی۔ کیونکہ شرعی تکلیف کیلئے وعظ و ارشاد کی ضرورت پڑتی ہے۔ اور یہ چیز نطق و گویائی اور فہم و ادراک کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔

۱۰۔ ان تمام حقائق سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کا اپنا کوئی نظام تمدن بھی ضرور رہا ہوگا خواہ اسکا درجہ و مرتبہ کچھ ہی کیوں نہ ہو۔

یہ تمام حقائق منطقی اعتبار سے بغیر کسی تاویل کے اس کے محض ایک اشارے سے ثابت ہو رہے ہیں۔ اسی طرح قرآن حکیم میں غور و خوض کر کے اس کے اشارات و کنایات تک کی قدر و قیمت بغیر کسی تاویل کے متعین کی جاسکتی ہے۔

اور دوسری دلیل یہ ہے کہ قرآن حکیم ایک دوسرے موقع پر مذکورہ بالا "ماقبل آدم مخلوق" کو خود ہی "جن" قرار دیتا ہے، جو بنص قرآنی "آدم سے پہلے پیدا کی گئی تھی":

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ وَالْجَانَّ خَلَقْنَاهُ مِن قَبْلُ مِن نَّارِ السَّمُومِ : اور یقیناً ہم نے انسان کو بجتی ہوئی مٹی سے جو سڑے ہوئے گارے سے تھی پیدا کیا اور اس سے پہلے ہم نے جنوں کو گرم ہوا کی آگ سے پیدا کیا تھا (حجر: ۲۶۔۲۷)

اب اگر جدید اثری تحقیقات کے ذریعے ایسی کسی عجیب مخلوق کی موجودگی کا پتہ (جو ماقبل آدم زمین پر آباد تھی) چل رہا ہو تو آخر ایک مسلم و مؤمن کے لئے اس میں انکار کی گنجائش ہی کہاں باقی رہ جاتی ہے؟ بلکہ یہ تحقیقات تو ہمارے ایمان میں اضافہ کا باعث بن رہے ہیں۔ کیونکہ ان کے ذریعہ قرآن عظیم کی صداقت اور اس کی عظمت و جلال کے نقوش ظاہر ہو رہے ہیں۔